بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہنامہ

اخبار احمدیہ

جرمنی

جماعت احمدیہ جرمنی کا ترجمان

نگران: مبارک احمد تنویر انچارج شعبہ تصنیف   مدیر: حامد اقبال

جلد نمبر 16 شمارہ نمبر 9 ماہ تبوک 1390 ہجری شمسی بمطابق ستمبر 2011ء

قرآن کریم

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌ بِمَاتَعۡمَلُوۡنَ

(الحشر۔۱۹)

ترجمہ:۔

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے“

(ترجمۃ القرآن بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ)

حدیث

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”جو شخص محض شہرت کی خاطر کوئی کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس رنگ میں شہرت دیگا کہ آخرکار اس کے عیب لوگوں پر ظاہر ہو جائیں گے ان میں وہ رسوا اور بدنام ہو جائے گا۔ اور جو شخص ریاکاری سے کام لے گا اللہ تعالیٰ اس کی ریاکاری سب پر ظاہر کر دے گا“

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ)

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ ایک شخص چاہتا تھا کہ وہ لوگوں کی نظر میں بڑا قابل اعتماد بنے اور لوگ اسے نمازی اور روزہ دار اور بڑا پاکباز کہیں اور اسی نیت سے وہ نماز لوگوں کے سامنے پڑھتا اور نیکی کے کام کرتا تھا مگر وہ جس گلی میں جاتا اور جدھر اس کا گذر ہوتا تھا۔ لوگ اسے کہتے تھے کہ یہ دیکھو یہ شخص بڑا ریا کار ہے اور اپنے آپ کو لوگوں میں نیک مشہور کرنا چاہتا ہے۔ پھر آخرکار اس کے دل میں ایک دن خیال آیا کہ میں کیوں اپنی عاقبت کو برباد کرتا ہوں خدا جانے کس دن مر جاوں گا کیوں اس لعنت کو اپنے لیے تیار کر رہا ہوں۔ اس نے صاف دل ہو کر پورے صدق وصفا اور سچے دل سے توبہ کی اور اس وقت سے نیت کر لی کہ میں سارے نیک اعمال لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کیا کروں گا اور کبھی کسی کے سامنے نہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا کرنا شروع کر دیا اور یہ پاک تبدیلی اسکے دل میں بھر گئی۔ نہ صرف زبان تک ہی محدود رہی۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو بظاہر ایسا بنا لیا کہ تارک صوم وصلوٰۃ ہے اور گندہ اور خراب آدمی ہے مگر اندرونی طور پر پوشیدہ اور نیک اعمال بجالاتا تھا۔ پھر وہ جدھر جاتا اور جدھر اس کا گزر ہوتا تھا لوگ اور لڑکے اسے کہتے تھے کہ دیکھو یہ شخص بڑا نیک اور پارسا ہے۔ یہ خدا کا پیارا اور اسکا برگزیدہ ہے۔

غرض اس سے یہ ہے کہ قبولیت اصل میں آسمان سے نازل ہوتی ہے اولیاء اور نیک لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال کو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں وہ اپنے صدق وصفا کو دوسروں پر ظاہر کرنا عیب جانتے ہیں۔ ہاں بعض ضروری امور کو جن کی اجازت شریعت نے دی ہے یا دوسروں کو تعلیم کے لیے اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔

نیکی جو صرف دکھانے کی غرض سے کی جاتی ہے وہ ایک لعنت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے وجود کے ساتھ دوسروں کا وجود بالکل ہیچ جاننا چاہیے دوسروں کے وجود کو ایک مردہ کیڑا کی طرح خیال کرنا چاہئیے کیونکہ وہ کچھ کسی کا بگاڑ نہیں سکتے اور نہ سنوار سکتے ہیں۔ نیکی کو نیک لوگ اگر ہزار پردوں کے اندر بھی کریں تو خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ اسے ظاہر کر دیگا اور اسی طرح بدی کا حال ہے بلکہ لکھا ہے کہ اگر کوئی عابد زاہد خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو اور اس صدق اور جوش کا جو اس کے دل میں ہے انتہا کے نقطہ تک اظہار کر رہا ہو اور اتفاقاً کنڈی لگانا بھول گیا ہو تو کوئی اجنبی باہر سے آکر اس کا دروازہ کھول دے تو اس کی حالت بالکل وہی ہوتی ہے جو ایک زانی کی عین زنا کے وقت پکڑا جانے سے۔ کیونکہ اصل غرض تو دونو کی ایک ہی ہے یعنی اخفائے راز۔ اگرچہ رنگ الگ الگ ہیں ایک نیکی کو اور دوسرا بدی کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے غرض خدا کے بندوں کی حالت تو اس نقطہ تک پہنچی ہوئی ہوتی ہے۔ نیک بھی چاہتے ہیں کہ ہماری نیکی پوشیدہ رہے اور بد بھی اپنی بدی کو پوشیدہ رکھنے کی دعا کرتا ہے مگر اس امر میں دونو نیک وبد کی دعا قبول نہیں ہوتی“

(ملفوظات جلد۳ صفحہ ۱۸۶۔ ایڈیشن ۲۰۰۳)

اطاعت کا عملی نمونہ

”حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ“

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا بیان ہے کہ

”ایک مرتبہ ایک ہندو بٹالہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میری اہلیہ سخت بیمار ہے۔ ازراہ نوازش بٹالہ چل کر اسے دیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت مرزا صاحب سے اجازت حاصل کرو۔ اس نے حضرت کی خدمت میں درخواست کی۔ حضور نے اجازت دی۔ بعد نماز عصر جب حضرت مولوی صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ ”امید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے“۔ عرض کی، بہت اچھا۔ بٹالہ پہنچے۔ مریضہ کو دیکھا۔ واپسی کا ارادہ کیا مگر بارش اس قدر ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ ان لوگوں نے عرض کی کہ حضرت! راستے میں چوروں اور ڈاکوؤں کا بھی خطرہ ہے۔ پھر بارش اس قدر زور سے ہوئی ہے کہ واپس پہنچنا مشکل ہے کئی مقامات پر پیدل پانی میں سے گزرنا

بقیہ صفحہ نمبر 4

مشعلِ راہ

جسم کی خوبصورتی اس کے ڈھانپنے میں ہے

حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

''۔۔۔لباس کے دو کام اللہ تعالیٰ نے بتائے ہیں ایک یہ کہ جسم کے بعض بدصورت حصے ڈھانپ دیتا ہے اور جو حصے نظر آتے ہیں ان کی زینت چمکا دیتا ہے یہ ایک عام مثال ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ جسم انسانی کے بعض حصے اخلاقاً یا طبعاً ننگے رکھنا معیوب ہوتا ہے۔ابھی قریب کے زمانہ میں ایک مشہور انگریز مصوّر نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں اس نے عورتوں کو مخاطب کیا ہے ۔آج کل یورپ کی عورتوں میں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے جسم کو زیادہ سے زیادہ ننگا کرتی چلی جاتی ہیں، پہلے سر اور گردن ننگی ہوتی تھی ، پھر سینہ ننگا رکھنا شروع کر دیا گیا، نیچے سے لاتیں ننگی کرنی شروع کیں، یہاں تک کہ لباس گھٹنوں تک پہنچ گیا اور اب گھٹنوں سے بھی اوپر ہونا شروع ہو گیا ہے ۔اور جس قدر حصے پر لباس بھی ہوتا ہے وہ بھی اتنا کھلا بنایا جاتا ہے کہ ہر قدم پر بُن ران تک کھل جاتا ہے۔صرف شکل بدلی ہوئی ہے ورنہ جس طرح ہمارے ملک میں بندریاں نچانے والے ہوتے ہیں اور وہ ذراسی دھجی جسم پر لپیٹ دیتے ہیں یہی یورپین عورتوں کا حال ہے وہ مشہور مصور لکھتا ہے کہ میں ایک مصور ہونے کی حیثیت سے عورتوں اور مردوں کے ننگے جسم دیکھنے کا اتنا عادی ہوں کہ کسی دوسرے کو اتنا دیکھنے کا بہت ہی کم موقع ملتا ہے اس لئے میں ایک ماہر فن ہونے کے لحاظ سے مشورہ دیتا ہوں کہ ننگا جسم خوبصورتی پیدا نہیں کرتا بلکہ بسا اوقات مرد کی نگاہ میں ایسی عورت بد صورت سمجھی جاتی ہے اس لئے اگر عورتیں اپنے جسم کو اس لئے ننگا رکھتی ہوں کہ وہ زیادہ سے زیادہ مردوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ سکیں تا کہ وہ ان کے حسن کی تعریف کریں تو میں انہیں مشورہ دوں گا کہ جسم کو ننگا رکھنا چھوڑ دیں کیونکہ اس سے بسا اوقات مردوں کے دل میں بجائے تعریفی جذبات پید اہونے کے نفرت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں اور بجائے متوجہ ہونے کے وہ دُور ہو جاتے ہیں یہ ایک ماہر فن کی رائے ہے اور ان ملک کے ماہرِ فن کی جس کی عورتیں زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو ننگا رکھتی ہیں''

(خطباب محمود جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۲۔۱۵۳)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے لباس کو اتارا ہے اور اس کی غرض مقرر کی ہے کہ یہ تمہارے عیبوں کو چھپاتا ہے۔وَرِیشاً پھر بعض جگہ یہ صرف عیب ہی نہیں چھپاتا بلکہ حسن کو چمکا دیتا ہے''

(خطباب محمود جلد ۱۵ صفحہ ۱۵۵)

صاحبزادی ناصرہ پہ رحمتیں کر بے شمار

والدہ تھی میرے آقا کی بڑی پرہیزگار
وہ قرآن پاک کی عاشق تھی اور تقویٰ شعار

ان کے شعروں میں خدا سے عشق کا اظہار تھا
دل سے کرتی تھی خدائے مہرباں سے وہ پیار

صدر لجنہ بن کے خدمت کی ملی توفیق بھی
وہ غریبوں کی تھی حامی ،مونس و خدمتگار

اپنے مولیٰ کی عبادت میں رہی مصروف وہ
ذکرِ مولیٰ سے بھی ملتا تھا انہیں ہر دم قرار

زندگی میں باپ بھائیوں کی خلافت دیکھ لی
اپنے بیٹے کی خلافت کی بھی دیکھی خود بہار

رجلِ فارس کی چلے اولاد نیکی پر ہمیش
پیدا ہوں ان میں سدا جو دین کے ہوں تاجدار

صبر دے میرے خدا یا ان کی سب اولاد کو
والدہ کی سب دعاؤں کے ملیں انکو ثمار

میرے مولیٰ دے انہیں فردوسِ اعلیٰ میں جگہ
صاحبزادی ناصرہ پہ رحمتیں کر بے شمار

ہے دعا مؤمن کی مولیٰ، نیک راہوں پر چلا
ہم خلافت کے ہوں عاشق اور اس کے تابعدار

خواجہ عبد المؤمن
(اوسلو، ناروے)

قسط اوّل

کلیمنٹ لنڈلے ریگ

Clement Lindley Wragge

"ایک احمدی ماہر موسمیات"

مکرم طارق حیات

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورہ جرمنی کے دوران مورخہ 24 جون 2011ء جرمن یونیورسٹیز کے طلباء کو قیمتی ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

"1908 میں Professor Wragge Clement جو لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملے تھے جو موسمیات کے ماہر تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے Tsunami (سونامی) کے نام رکھے ہیں، انہیں کے وقت سے چل رہے ہیں۔ امریکہ میں جو مختلف قسم کے طوفان آتے ہیں کٹرینہ اور فلاں اور فلاں یہ انہی کے رکھے ہوئے نام ہیں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بات کی۔ مختلف سوال وجواب ہوئے۔ وہ ساری بات چیت ملفوظات کی جلد دس میں محفوظ ہے۔ اس میں سوال کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہوا کہ مذہب اور سائنس کا کوئی اختلاف نہیں ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی تو میں ثابت کر رہا ہوں کہ مذہب اور سائنس کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ (......) ہوئے، احمدی بھی ہوگئے تھے اور یہ بنیادی طور پر نیوزی لینڈ کے تھے اور پھر وہیں ان کی تدفین ہوئی اور بحیثیت احمدی کے ان کی وفات ہوئی۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ مورخہ 14 جولائی 2011 صفحہ 5 کالم نمبر 3)

پروفیسر کلیمنٹ ریگ کے میسر حالات زندگی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ان کے تعلق میں بعض امور ایسے ہیں جو انہیں اپنے دیگر معاصر سائنس دانوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ مثلاً پروفیسر کلیمنٹ ریگ کا 1908ئمیں اپنے دورہ ہندوستان کے دوران لاہور میں حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقاتیں کرکے اسلام احمدیت کو پہچاننا اور پھر اسی مسیح موعود علیہ السلام کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اپنے دورہ نیوزی لینڈ کے دوران ان کے قبر پر جا کر دعا کرنا۔ وغیرہ

بچپن اور خاندان

پروفیسر کلیمنٹ ریگ کی ولادت ماہ ستمبر 1852 کو انگلستان کے علاقے West Midlands کے مقام Stourbridge, Worcestershire پر ہوئی، آپ کی تاریخ ولادت 18 اور 19 ستمبر دونوں ہی لکھی ہوئی ملتی ہے، آپ کو بالکل آغاز میں ہی ماں اور باپ کی شفقت سے محروم ہونا پڑا۔ والدہ کی وفات اس وقت ہوئی جب آپ کی عمر ابھی صرف پانچ ماہ تھی اور صرف پانچ سال کی عمر میں داغ یتیمی بھی مل گیا۔ جب آپ کے والد صاحب Clement Ingleby Wragge کی وفات ہوگئی۔

پھر اس اکلوتے بچے کی کفالت کی ذمہ داری Grandmother (نانی یا دادی) کے سپرد رہی جو علاقہ Staffordshire کے ایک گاؤں Oakamoor میں مقیم تھیں اور ان کا نام Emma Wragge ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم Uttoxeter Grammar School میں حاصل کی اور 1865 میں اس سرپرست بزرگ خاتون کی وفات کے بعد پروفیسر ریگ اپنے رشتہ داروں کے پاس لندن چلے آئے اور اپنے مرحوم والد کے تتبع میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے Lincoln's Inn میں داخلہ لیا مگر ساتھ ساتھ Navigation کی بھی تربیت حاصل کی نیز St Bartholomew's Hospital میں میڈیکل کے طالب علموں کے ساتھ آپریشن کے عمل کا مشاہدہ بھی کرنے جاتے رہے۔ آپ کے ایک کزن Clement Mansfield Ingleby تھے جو پروفیسر ریگ کی خاندانی قانونی معاونت فراہم کرنے والی کمپنی میں شریک بھی تھے، یہی کمپنی بعدازاں Wragge&Co of Birminham کے نام سے کام کرتی رہی۔ آپ کے یہ کزن خاندانی کمپنی سے الگ ہوکر ایک سکالرشپ کی تکمیل میں مصروف ہوگئے اور شیکسپیئر کے حوالہ سے ادبی تحریرات کے حوالہ سے کافی شہرت کمائی۔

ابتدائی اسفار

1874ء میں پروفیسر ریگ نے عین جوانی میں ایک تجارتی بحری جہاز پر سڈنی آسٹریلیا کی راہ لی اور کئی ماہ تک آسٹریلیا کی ریاستوں New South Wales اور Queensland کے نیم آباد علاقوں میں تحقیق میں مصروف رہے۔

یہ وہی Queensland ہے جس آسٹریلوی ریاست میں بعد ازاں آپ متفرق عہدوں پر کام کرتے رہے۔ پھر 1875ء میں Sydney سے San Francisco اور Salt Lake City کی سیر وسیاحت اور تحقیق کے لئے سفر کیا۔ اس سفر کے دوران پروفیسر ریگ کے Mormon مذہب والوں سے ملاقاتیں کرنے اور ان سے متاثر ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ انہی ملاقاتوں اور طویل گفت وشنید کے زیر اثر پروفیسر ریگ نے اخبارات کے لئے اس فرقہ کے بارہ میں مضامین بھی تحریر کئے تھے۔

1876ء میں پروفیسر ریگ کی آسٹریلیا واپسی ہوئی۔ تب تک آپ جنوبی آسٹریلیا کے Surveyor-General's Department میں ایک قابل قدر جگہ بنا چکے تھے۔ اس شعبہ میں آپ کو تین سال تک بہت زیادہ کام کرنے کا موقع ملا۔

شادی

13 ستمبر 1877 کو پروفیسر ریگ نے ایک خاتون بنام Leonora Edith Florence d'Eresby سے شادی کی۔ اس آسٹریلوی خاتون سے پروفیسر ریگ کے سات بچے تھے اور آپ کی دوسری شادی ایک ہندوستانی خاتون سے تھی جس سے پیدا ہونے والے ایک بیٹے کے دو بچے (یعنی آپ کا پوتا اور پوتی) Stewirt Wragge اور Catherine Wragge نیوزی لینڈ میں مقیم ہیں اور مقامی احمدیہ جماعت سے رابطہ میں ہیں۔

بطور ماہر موسمیات

پروفیسر ریگ کی محکمہ موسمیات میں ابتدائی ڈیوٹی ایک موسمیاتی مرکز میں تھی پھر Scottish Meteorological Society کے سیکرٹری کی طرف سے آپ کو Ben Nevis کے مقام پر ایک موسمیاتی رصد گاہ قائم کرنے کا کہا گیا۔ پروفیسر صاحب روزانہ پہاڑ کی چوٹی پر قائم اس مشاہدہ گاہ تک جاتے اور اعداد وشمار نوٹ کرتے اور آپ کی اہلیہ صاحبہ اس دن کے سطح سمندر پر موسمیاتی اثرات حاصل کرتیں۔ اور پھر دونوں آپس میں اپنے اپنے مشاہدات اور اعداد وشمار کا تقابل کرلیتے۔ یوں کئی ماہ تک بغیر کے ناغہ کے مسلسل مشاہدات اور اعداد وشمار پیش کرنے پر آپ کو Scottish Meteorological Society کی طرف سے گولڈ میڈل سے نوازا گیا۔

اولاد

پروفیسر ریگ کی اہلیہ Leonora کے ہاں 1878ء میں ایک بیٹی بنام Leonora Ingleby پیدا ہوئیں اور پھر 1879 میں دوسری بیٹی بنام Emma J, پیدا ہوئی۔ پروفیسر ریگ نے اس بچی کا نام غالباً اپنی کفالت کرنے والی Grandmother کے نام Emma کی یاد میں رکھا ہوگا۔

اور 1880 میں Clement Lionel Egerton کی ولادت ہوئی۔ چوتھے بچے Rupert Lindley کی ولادت 1882ء میں سکاٹ لینڈ میں ہوئی۔ آپ کے ایک بیٹے کی، جو فوج میں خدمات بجالا رہا تھا، 1915ء میں زخمی ہوکر وفات ہوگئی تھی۔ اور آپ کے ایک چھوٹے بیٹے کا 1908ء میں سفر ہندوستان کے دوران لاہور میں اپنے والدین کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

1883ء میں پروفیسر ریگ کو اپنی ایک مالدار AUNT (خالہ) کی وفات پر خاصی دولت ورثہ میں ملی تھی اس سے اگلے سال آپ اپنے خاندان کے ساتھ جنوبی آسٹریلیا کے علاقے Adelaide کے پاس آباد ہونے چلے گئے تھے۔ آپ نے Walkerville کے مقام پر Torrens Observatory کے نام سے ایک مشاہدہ گاہ قائم کی اور دوسری Mount Lofty کے مقام پر تھی۔

اسی طرح پر 1886ء میں پروفیسر ریگ نے Royal Meteorological Society of Australia. کی بنیاد رکھنے والے اہم ممبر کے طور پر کام کیا۔ آپ کا سکاٹ لینڈ اور آسٹریلیا میں موسمیاتی رصد گاہیں قائم کرنے کا ذکر ملتا ہے۔

اسی سال پروفیسر ریگ کو Queensland کی حکومت کی طرف سے موسمیات کے موضوع پر ایک اہم رپورٹ تیار کرنے کا منصوبہ سپرد کیا گیا۔ اس مطالعاتی رپورٹ کا مقصد طوفانوں کی صورت میں جہازوں کو پہنچنے والے نقصانات میں کمی لانے کے لئے تجاویز پر غور کرنا تھا۔ حکومتی ادارے پروفیسر ریگ کی اس مطالعاتی رپورٹ سے بہت زیادہ خوش ہوئے اور آپ کو یکم جنوری 1887 کو آپ کو Government Meteorologist for Queensland. متعین کردیا۔

ایک لطیفہ

پروفیسر ریگ کے Queensland کے دارالحکومت Brisbane پہنچنے کے محض تین ہفتوں کے اندر اندر 18.305 انچ بارش پڑی یہاں تک کہ مقامی لوگوں کے پروفیسر "Clement ریگ"

Vol. 16 Monthly **Akhbar-e-Ahmadiyya** Germany Issue 9

,Ahmadiyya Muslim Jamaat,National Shoba Tasneef, , Genfer Str.11, 60437 Frankfurt/M, Tel:069-50688652,Email:akhbar.ahmadiyya@hotmail.com

کو مذاقاً ''Inclement"رگ'' کہنا شروع کر دیا۔Inclement یعنی ناگوار حد تک انتہائی سرد یا بہت زیادہ بارشوں والا موسم ، یہاں کام شروع کرنے کی دیر تھی کہ پروفیسر ریگ کے معاصر ماہرین موسمیات اور ہیئت دانوں میں فکر کی لہر دوڑ گئی اور اس کا سبب یہ تھا کہ آپ نے صرف اپنے علاقہ کے لئے ہی نہیں بلکہ براعظم آسٹریلیا کی دیگر کالونیوں کے لئے موسمیات کے چارٹ تیار کرنے اور آئندہ موسم کی پیش گوئیاں کرنی شروع کر دی تھیں۔ نیز یہاں دیگر پیشہ ورانہ رقابتیں بھی جنم لینے لگیں۔

1880ء سے 1890ء کے دوران پروفیسر ریگ نے پورے Queensland میں محکمہ موسمیات کے مراکز کا ایک جال بچھا لیا تھا اور انہی دور دراز مراکز سے ٹیلی گرافس کی صورت میں آنے والی رپورٹس کی روشنی میں طوفانوں کی پیش گوئیاں کرنے کا نظام وضع کیا۔ نیز کئی جگہوں قابل ذکر رصد گاہیں قائم کیں۔

اسی طرح پروفیسر ریگ نے 1888 سے 1893 کے دوران ایک شخص بنام Inigo Owen Jones کی ٹریننگ کا کام بھی کیا جس نے بعد ازاں موسمیات کے علم میں خوب نام کمایا۔

بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت

آپ نے 1891ء میں میونخ میں اور 1898ء اور 1900ء میں پیرس میں منعقد ہونے والے عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی۔

خاص شہرت

آپ کی خاص وجہ شہرت طوفانوں کے نام تجویز کرنا ہے۔ آپ کی اصل سکیم یہ تھی کہ طوفانوں کو یونانی حروف تہجی سے موسوم کیا جائے۔ بعد ازاں آپ نے طوفانوں کو Polynesian میتھالوجی میں مذکور اشخاص اور سیاست دانوں کے ناموں سے موسوم کرنا شروع کر دیا۔ جن سیاسی شخصیتوں کے ناموں سے طوفانوں کے نام نکالے گئے ان میں James Drake, Edmund Barton,Alfred Deakin وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے طوفانوں کے لئے جو دیگر رنگین نام تجویز کئے ان میں سے بعض درج ذیل ہیں: Xerxes, Hannibal, Blasatus. Teman.

پروفیسر ریگ کی ریٹائرمنٹ کے بعد اگلے ساٹھ سال تک طوفانوں کو اس طرز پر موسوم کرنے کا سلسلہ موقوف رہا۔ نیز آپ نے آسٹریلیا میں دریائی پانی کا رخ موڑنے اور ضرورت کے مطابق پانی کے استعمال کا بھی منصوبہ پیش کیا جو آپ کے بعد موجودہ دور میں Snowy Mountains Scheme کے تحت قابل عمل بنا۔

1990 میں شائع ہونے والی Australian Dictionary of Biography, کی بارہویں جلد میں درج آپ کے تعارف کے مطابق آپ ایک طویل قامت ، پتلے جسم والے، ایک نہایت پرجوش طبیعت کے مالک، ہمیشہ کام میں مصروف رہنے والے انسان تھے۔

تصنیفات

پروفیسر ریگ کی ایک تصنیف بنام Meteorology of Tasmania ملتی ہے جو صرف 16 صفحات پر مشتمل ہے اور 1896ء میں سامنے آئی۔ اسی طرح 1898 میں آپ نے Wragge's Australian Weather Guide and Almanac شائع کرنی شروع کی جس میں صرف موسمیاتی معلومات ہی نہیں ہوا کرتی تھیں بلکہ علم ارضیات ، BUSHCRAFT یعنی جھاڑیوں والے علاقے میں رہنے کا فن، زراعت، معدنیات، پانی کی فراہمی اور محکمہ ڈاک کی بابت بھی مفید معلومات ہوا کرتی تھیں۔

آسٹریلیا کی 1902ء تک جاری رہنے والی خشک سالی کے سدباب میں پروفیسر ریگ کی ایک کاوش یہ ملتی ہے کہ انہوں نے متعدد Stiger Votex توپیں خریدیں جن کے بارہ میں معروف ہے کہ انکی فائرنگ سے بادلوں سے پانی برسانے کا تجربہ کیا گیا تھا جو ناکام رہا۔ ان توپوں میں سے دو تا حال Charleville کے پارک میں عوام کے مشاہدہ کے لئے نصب ہیں اور ان کے ساتھ ان کی تاریخ بھی درج ہے۔ تاہم توپوں سے گولے فائر کر کے بادلوں سے مفید مطلب کام لینے کی ٹیکنالوجی کا اعلیٰ نمونہ 2008ء کے بیجنگ اولمپکس کے موقع پر دیکھنے کو ملا۔

آپ کی ایک کتاب THE ROMANCE OF THE SOUTH SEAS نسبتاً عام میسر ہے۔ جو تین صد صفحات سے زیادہ ضخیم ہے اور 1906ء میں لندن سے شائع ہوئی اور اس میں اسی (80) سے زیادہ تصاویر بھی شامل ہیں جن میں سے بعض پروفیسر ریگ کی ذاتی ملکیت کے طور پر درج ہیں۔ عین ممکن ہے کہ وہ انہوں نے کیمرہ سے بنائی بھی خود ہی ہوں۔ اس کتاب کے دو سیکشن ہیں، اول حصہ کے 8 ابواب ہیں اور حصہ دوم کے سات ابواب۔

استعفاء

1903 میں پروفیسر ریگ نے حکومت Queensland میں اپنی نوکری سے استعفاء پیش کر دیا تھا۔ جس کے پس منظر میں ایک سبب آسٹریلین فیڈریشن کی جانب سے پروفیسر ریگ کے اخراجات اور فنڈز میں کمی کرنا بیان کا جاتا ہے۔

آخری ایام

Queensland کی حکومت سے معاہدہ مکمل ہونے پر پروفیسر ریگ نے کئی سال تک متعدد اسفار اختیار کئے مثلاً آپ 1904 میں Cook Island اور New Celedonia اور Tahiti گئے اور مقامی جانداروں کا بغور مطالعہ کیا۔ Rarotonga کی حکومت کے لئے مقامی کیڑوں مکوڑوں کے بارہ میں ایک مفصل رپورٹ بھی ضبط تحریر میں لائے۔

1908 میں آپ نے کامن ویلتھ آسٹریلیا میں Bureau of Meteorology میں نوکری کی درخواست دی جو قبول نہ ہوسکی۔ تب آپ نیوزی لینڈ چلے آئے۔ جہاں پہلے ایک لمبا عرصہ Dunedin میں مقیم رہے اور پھر آک لینڈ میں Birkenhead کے علاقہ میں 8 Awanui Street جا ٹھہرے۔ اس گلی کا پرانا نام Arawa ST اور Bath St تھا۔

Birkenhead وہی علاقہ ہے جس کی ہسٹاریکل سوسائٹی کے تعاون سے نیوزی لینڈ کے احمدی احباب پروفیسر ریگ کی وفات کے 84 سال بعد ان کے عزیزوں سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔

یہاں آپ اپنی شریک حیات Louisa Emmeline Horne کے علاوہ ایک اینگلو انڈین بیوی کے ساتھ رہتے رہے اس دوسری اہلیہ کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ وہ theosophist تھیں۔

اسی جگہ آپ نے ''ریگ انسٹیٹیوٹ'' اور میوزیم قائم کیا جس کو بعد ازاں آتش زنی سے نقصان بھی پہنچا تھا نیز آپ نے کچھ باغات بنام Waiata tropical gardens بھی قائم کئے۔

وفات

مورخہ 10 دسمبر 1922ء کو پروفیسر ریگ کی وفات اچانک دماغ کو خون کی فراہمی میں تعطل کے سبب ہوئی اور آپ کا بیٹا Kismet K Wragge آپ کے بعد ''ریگ انسٹیٹیوٹ'' کا ''فسٹ آفیسر'' بنا۔

یوں تو پروفیسر صاحب نے آغاز میں قانون کی تعلیم حاصل کی مگر شہرت اور مہارت کا شعبہ موسمیات ہی نظر آتا ہے یہاں تک کہ انہوں نے Scottish Meteorological Society کی طرف سے گولڈ میڈل بھی جیتا۔ موسمیات کے علم میں ایک خاص روایت پروفیسر ریگ صاحب کی طرف منسوب ہے اور ہے کہ طوفانوں اور بطور خاص سمندری طوفانوں کو انسانی ناموں سے موسوم کرنا۔ جیسا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے آغاز مضمون میں مندرج اقتباس سے ظاہر ہے۔

پھر پروفیسر صاحب کی ایک اور وجہ شہرت ان کا بکثرت سفر کرنا اور آخری عمر میں تو وہ ہندوستان، آسٹریلیا اور بحرالکاہل کے جزائر کے بارہ میں ایک مستند نام بن چکے تھے۔

باقی آئندہ

بقیہ صفحہ نمبر1

پڑے گا۔ مگر آپ نے فرمایا خواہ کچھ ہو۔ سواری کا انتظام بھی ہو یا نہ ہو۔ میں پیدل چل کر بھی قادیان ضرور پہنچوں گا کیونکہ میرے آقا کا ارشاد یہی ہے کہ آج ہی مجھے واپس قادیان پہنچنا ہے۔ خیر یکہ کا انتظام ہو گیا اور آپ چل پڑے۔ مگر بارش کی وجہ سے راستہ میں کئی مقامات پر اس قدر پانی جمع ہو چکا تھا کہ آپ کو پیدل وہ پانی عبور کرنا پڑا۔ کانٹوں سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے مگر قادیان پہنچ گئے۔ اور فجر کی نماز کے وقت مسجد مبارک میں حاضر ہو گئے۔ حضرت اقدس نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کیا مولوی صاحب رات بٹالہ سے واپس تشریف لے آئے تھے۔ قبل اس کے کوئی اَور جواب دیتا آپ فوراً آگے بڑھے اور عرض کی حضور! میں واپس آ گیا تھا۔ یہ بالکل نہیں کہا کہ حضور! رات شدت کی بارش تھی، اکثر جگہ پیدل چلنے کی وجہ سے میرے پاؤں زخمی ہو چکے ہیں اور میں سخت تکلیف اُٹھا کر واپس پہنچا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ بلکہ اپنی تکالیف کا ذکر تک نہیں کیا۔

(حیات نور۔ صفحہ نمبر 187)